حالات ۴۵۲ - ۴۵۷، سعد کی اولاد - عبدالرحمن بن عوف اوران کی اولاد - امام زہری کاذکر تمیم بن مُرّہ کی اولاد - ان میں خلیفہ اول ابوبکر کے حالات ۴۷۰ - ۴۹۱ تک، - ابوبکر کی اولاد - مُرّہ کی اولاد میں طلحہ بن عبید اللہ کاذکر ۴۹۸ - ۵۰۵، - طلحہ کی اولاد - یقظہ بن مُرّہ بن کعب کی اولاد کا ذکر، ان میں خالد بن ولید کے مختصر حالات - سعید بن مُسیّب ۵۵۳ - ۵۵۷، قیس بن عدی کی اولاد کاذکر، ان میں عمرو بن عاص کے حالات ۵۷۳ - ۵۷۴، عمرو بن عاص کی اولاد - عدی بن کعب بن مُرّہ کی اولاد، ان میں عُمر بن خطّاب کے حالات ۵۷۷ - ۶۳۱ تک، نویں جلد یہاں ختم ہوتی ہے -

## دسویں جلد ۶۳۲ - ۸۴۳

عمر بن خطّاب کاذکر جاری ۶۳۲ - ۶۴۹ تک، عمر بن خطّاب کی اولاد - ان میں عبداللہ بن عمر کے حالات ۶۴۹ - ۶۵۲، - زید بن عمرو بن نُفیل (عدی بن کعب کی اولاد سے) ۶۵۷ - ۶۵۸، سعید بن زید بن عمرو بن نُفیل - مُطیع بن اسود بن حارثہ - ابوجہم بن حُذیفہ - عامر بن لُوئی بن غالب بن فِہر کی اولاد - ان میں ابوعُبیدہ بن جرّاح کے حالات ۶۹۱ - ۶۹۴ تک - کِنانہ بن خُزیمہ بن مُدرِکہ بن الیاس بن مُضر اوران کی اولاد - ابوالأسود دُؤلی ۷۱۰ - ۷۱۳، ہون بن خُزیمہ کی اولاد - ہذیل بن مدرکہ کی اولاد - ان میں عبداللہ بن مسعود کے حالات ۷۵۳ - ۷۶۲، طابخہ بن الیاس بن مُضر بن نزار کی اولاد - عدی بن عبدمناۃ بن اوس بن طابخہ کانسب واولاد، ان میں سُفیان ثوری کے حالات ۷۹۷ - ۸۰۳، ایاس بن مُعاویہ بن قُرّہ بن ایاس بن ہلال قاضی عمر عبدالعزیز کاذکر ۸۰۹ - ۸۱۵، حاجب بن زُرارہ (عبداللہ بن دارم کی اولاد میں) - یہاں دسویں جلد ختم ہوتی ہے -

## گیارھویں جلد ۸۴۴ - ۱۰۵۳

حاجب بن زُرارہ کی اولاد میں فرزوق شاعر (حافظ قرآن) کے حالات، اس کے فسق و فجور اور گندے اشعار کاذکر ۸۶۶ - ۸۸۵، نہشل بن دارم کی اولاد ۸۹۲ - ۹۰۶ - یربوع

بن حنظلہ کی اولاد - کُلَیب بن یَربُوع بن حَنظلہ کی اولاد - ان میں جریر شاعر کا ذکر ۹۲۷ - ۹۵۱، - خالد بن صفوان بن عبداللہ بن عمرو بن اَہتم ۹۶۷ - ۹۸۱، مُرّہ کی اولاد سے احنف بن قیس کے حالات ۹۸۴ - ۱۰۰۰، بہدلہ کی اولاد، ان میں سے زبرقان بن بدر کا ذکر ۱۰۰۶ - ۱۰۱۰، عمرو بن تمیم کا نسب اور اولاد ۱۰۲۱ - ۱۰۵۳، یہاں گیارہویں جلد ختم ہو جاتی ہے۔

## بارہویں جلد ۱۰۵۴ - ۱۲۵۸

اس جلد کے صفحات پر داغ دھبے بہت ہیں، الفاظ بگڑے اور مٹے ہوئے ہیں۔

تمیم کی اولاد کی مختلف شاخوں اور ممتاز افراد کا ذکر ۱۰۵۴ - ۱۲۵۸، ان میں مشہور دانائے عرب اکثم بن صیفی کے حالات، اکثم کا رسول اللہ صلعم کے نام ایک خط اور اس کا جواب بھی ہمارے مصنف نے نقل کیا ہے، اکثم کے بہت سے عقل و دانش سے بھرے مقولے نظم و نثر دونوں میں ۱۰۶۳ - ۱۰۸۷، قیس کا نسب اور اولاد ۱۰۸۷ - ۱۱۰۸، فزارہ کی اولاد، ان میں مشہور مرتد عُیینہ بن حصن کا ذکر۔ ص ۱۱۳۳ سے عبس بن بغیض کی اولاد اور ان کی شاخوں کا ذکر۔ ص ۱۱۴۲ سے انمار بن بغیض کی اولاد اور شاخوں کا مختصر ذکر۔ قتیبہ بن مسلم ۱۱۵۰ - ۱۱۵۲، عدوان اور اس کی اولاد۔ فہم بن عمرو کا نسب اور اس کی اولاد۔ ان میں جاہلی شاعر تابط شرا کا مختصر ذکر۔ محارب بن حفصہ کا نسب اور اولاد۔ مازن بن منصور بن عکرمہ بن حفصہ کی اولاد۔ ان میں عتبہ بن غزوان کے حالات ۱۱۷۸ - ۱۱۷۹ - سُلیم کی اولاد۔ ثقیف کا نسب اور اس کی اولاد۔ ان میں

(۱) مغیرہ بن شعبہ کا ذکر ۱۲۰۱ - ۱۲۰۶ -

(۲) حجاج بن یوسف کے حالات ۱۲۰۷ - ۱۲۴۸ -

(۳) یوسف بن عمر گورنر عراق ۱۲۴۹ - ۱۲۵۱ -

(۴) حارث بن کلدہ -

(۵) ابو محجن شاعر،

(۶) اُمیہ بن ابی الصلت، کتاب کا خاتمہ وہب بن ابی خویلد کے مختصر ذکر پر ہوتا ہے۔

# فبدل الذین ظلموا الخ الآیۃ کی صحیح توجیہ

از

(جناب مولوی ضیاء الدین صاحب اصلاحی)

قرآن مجید کی دو سورتوں (بقرہ و اعراف) میں مذکورۃ الصدر فقرہ بیان ہوا ہے اور دونوں سورتوں میں صرف الفاظ کی معمولی کمی و بیشی ہے ورنہ کوئی معنوی فرق نہیں پایا جاتا اس لئے سورۂ بقرہ سے یہ اور اس کی ماقبل آیت نقل کر رہا ہوں،

| | |
|---|---|
| وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ | اور (یاد کرو) جب ہم نے (بنی اسرائیل) سے کہا |
| فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا | کہ اس بستی میں داخل ہو جاؤ اور اس میں جہاں چاہو |
| وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا | عیش کے ساتھ کھاؤ! اور دروازہ میں سجدہ کرتے |
| حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ وَسَنَزِيْدُ | ہوئے اور کلمۂ استغفار کہتے ہوئے داخل ہو جاؤ تو ہم |
| الْمُحْسِنِيْنَ - فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ | تمھارے گناہوں کو بخش دیں گے اور احسان کرنے والوں |
| ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ | پر مزید انعام کریں گے پس ظالموں نے اس بات کو بدل |
| فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ | دیا جو ان سے کہی گئی تھی، تو ہم نے ظلم کرنے والوں پر |
| السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝ | آسمان سے ان کے فسق کی پاداش میں عذاب نازل کیا۔ |

ان آیتوں میں علمائے تفسیر نے بہت سارے مباحث قائم کئے ہیں لیکن میں صرف دو سوالات قائم کر رہا ہوں:۔

(۱) "هٰذِهِ الْقَرْيَة" سے کون سا قریہ مراد ہے؟

(۲) "فبدل الذین ظلموا" سے یہود کی کون سی تبدیلی مراد ہے؟

اس سلسلہ میں قرآن پاک کے ایک طالب علم کی حیثیت سے میں نے جو کچھ سوچا اور سمجھا ہے

اسے علماء تحقیق اور اصحاب تفسیر کے اقوال کے ساتھ ساتھ ذکر کروں گا۔

پہلے سوال کے متعلق صاحب تفسیر کبیرؒ نے تین اقوال نقل فرمائے ہیں:۔

(۱) قتادہ اور ربیع کے نزدیک اس سے بیت المقدس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ابن جریرؒ نے بھی اسی کو ترجیح دیا ہے۔

(۲) بعض کہتے ہیں کہ اس سے مصر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

(۳) ابن عباسؓ اور ابن زید کا خیال ہے کہ اس سے "اریحا" مراد ہے، حضرت شاہ عبد القادرؒ اور مولانا ابوالکلام آزاد کی بھی یہی رائے ہے۔

لیکن اس عاجز کے خیال میں دوسرا قول کسی طرح صحیح نہیں معلوم ہوتا البتہ پہلا اور تیسرا قول یہاں صحیح ہوسکتا ہے لیکن "هٰذِهِ الْقَرْيَة" سے یہاں خیال ہوتا ہے کہ "اریحا" کو مراد لینا ہی صحیح ہوگا، اگرچہ اصل میں بیت المقدس ہی میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا ہے لیکن بیت المقدس کی طرح سارے ملک شام کو عمالقہ کے قبضہ سے نکال کر بنی اسرائیل کے سپرد کرنا ہے مگر چوں کہ ملک شام میں جاتے ہوئے پہلے یہی قریہ پڑتا ہے اس لئے گمان غالب یہی ہے کہ "هٰذِهِ الْقَرْيَة" سے "اریحا" ہی مراد ہے اسی لئے بعد میں بیت المقدس کے لئے "وَادْخُلُوا الْبَابَ" کہا گیا ہے اور سورہ مائدہ میں بیت المقدس کے لئے "ارض مقدسہ" کا لفظ آیا ہے۔ والعلم عند اللہ۔

اب دوسرے سوال کو لیجئے اس کے بارہ میں جمہور مفسرین کی رائے یہ ہے کہ:۔

اللہ تعالیٰ نے جب بنی اسرائیل کو بیت المقدس میں سجدہ ریز ہوکر اور طلب مغفرت کرتے ہوئے داخل ہونے کے لئے کہا تو انھوں نے خدا کے اس حکم میں تبدیلی کر ڈالی اور سجدہ ریز ہونے کے بجائے اکڑتے، اتراتے اور سرینوں کو ہلاتے ہوئے داخل ہوئے اور کلمہ استغفار کی جگہ "حنطۃ فی شعیرۃ" وغیرہ کہتے ہوئے گئے اسی لئے ان کے بارہ میں "فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا" کہا گیا ہے۔

لیکن جمہور مفسرین کے خلاف ابو مسلم اصفہانی کے نزدیک یہاں صرف نافرمانی اور امر الٰہی کی خلاف ورزی مراد ہے یعنی بنی اسرائیل کو جب بیت المقدس میں داخل ہونے کے لئے کہا گیا تو انھوں نے

جانے سے انکار کر دیا اور خدا کی حکم عدولی کی ان کی اسی حکم عدولی اور بغاوت کو تبدیل قول سے تعبیر کیا گیا ہے ابو مسلم نے ایک حد تک بات پتہ کی کہی ہے کیوں کہ یہ بالکل ظاہر ہے کہ یہود نے بیت المقدس میں داخل ہونے سے انکار کر دیا تھا مگر محض امتثال امر کے انکار کو تبدیل کیسے کہا جا سکتا ہے، یہ تو زبان کے استعمالات سے ناواقفیت کی دلیل ہے اور پھر محض تبدیل ہی کا لفظ نہیں بلکہ اس کے ساتھ ہی "قولاً غیر الذی قیل لہم" بھی کہا گیا ہے جس کا صاف اور صریح یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ ان سے ایک بات کہی گئی اور انھوں نے اس کے علاوہ ایک اور بات بدل لی اور یہ یہود جیسے شرارت پسندوں سے کچھ بعید نہیں تھا کہ خدا کی بات کے مقابلہ میں کوئی اور بات بنالی ہو کیوں کہ ان کی تاریخ تو اس قسم کے واقعات سے بھری ہوئی ہے قرآن نے جا بجا ان کی اس ذہنیت کو آشکارا کیا ہے مثال کے طور پر صرف ذبح بقرہ کے واقعہ پر غور کرو تو ان کی شرارت اور تبدیل قول کی ہزاروں داستانیں نگاہوں میں رقص کرنے لگیں اسی لئے جمہور مفسرین نے ان کے تبدیل قول کی نشاندہی کی ہے مگر انھوں نے اس سلسلہ میں جن روایتوں پر اعتماد کیا ہے اگر وہ روایت و درایت کے اصولوں پر پوری اتر بھی جائیں جب بھی چند وجوہ سے جنھیں بعد میں بیان کروں گا ان کا قول میرے نزدیک پورے طور پر صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ اس لئے میرے نزدیک ابو مسلم کی طرح جمہور مفسرین کا قول بھی ایک حد تک صحیح ہو سکتا ہے مگر دونوں قولوں کے اندر تھوڑا سا نقص اور سقم اپنی فہم کے مطابق محسوس کر رہا ہوں اس لئے جمہور کے خیال کا ہزار بار احترام کرتے ہوئے بھی اپنی رائے پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں امید ہے کہ ارباب بصیرت اور اہل علم اس پر بھی غور فرمائیں گے۔

میرے خیال میں سب سے زیادہ غور طلب بات یہ ہے کہ یہود سے جب بیت المقدس میں داخل ہونے کے لئے کہا گیا تو انھوں نے جانے سے صاف انکار کر دیا اور اس کے بعد کیا جواب دیا، اور یہی جواب اگر کسی دوسری بات میں موجود ہے تو وہی تبدیل قول ہو سکتا ہے اسی لئے اس کا جواب خود قرآن مجید میں ڈھونڈھنا چاہیئے چنانچہ سورۂ مائدہ کی ان آیتوں کو غور سے پڑھئے:۔

یَا قَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ     (موسیٰ) نے کہا اے قوم کے لوگو! اس مقدس سرزمین

الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوا
عَلَىٰ أَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ
قَالُوا يَا مُوسَىٰ إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ
وَإِنَّا لَنْ نَدْخُلَهَا حَتَّىٰ يَخْرُجُوا مِنْهَا
فَإِنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنَّا دَاخِلُونَ
قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ
أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوا عَلَيْهِمُ
الْبَابَ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ فَإِنَّكُمْ غَالِبُونَ
وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ
قَالُوا يَا مُوسَىٰ إِنَّا لَنْ نَدْخُلَهَا
أَبَدًا مَا دَامُوا فِيهَا فَاذْهَبْ أَنْتَ
وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ
(مائدہ)

میں داخل ہو جاؤ جسے اللہ نے تمھارے لئے لکھ دیا ہے اور الٹے پاؤں نہ لوٹو کہ گھاٹے میں پڑ جاؤ! انھوں نے کہا اے موسیٰ اس میں تو زبردست لوگ ہیں اور ہم اس میں ہرگز نہیں جائیں گے جب تک کہ وہ وہاں سے نکل نہ جائیں اگر وہ وہاں سے نکل گئے تو ہم داخل ہوں گے دو آدمیوں نے جن پر اللہ کا انعام ہوا تھا اور وہ اللہ کے عذاب سے ڈرتے تھے کہا کہ دشمنوں پر غلبہ حاصل کر کے دروازہ میں داخل ہو جاؤ اور جب تم داخل ہو جاؤ گے تو تمہیں غالب رہو گے اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر ایمان والے ہو، انھوں نے کہا اے موسیٰ اس میں ہم کبھی نہ داخل ہوں گے جب تک کہ دشمن وہاں رہیں گے تو اور تیرا خدا جا کر دشمنوں سے لڑے ہم بیٹھے رہیں گے۔

قرآن نے یہاں چل کر سارا معاملہ صاف کر دیا اور اب اس کے علاوہ اور کوئی راہ اختیار کرنا مناسب نہ ہوگا کیوں کہ اس سے بڑھ کر اور کیا تبدیلی قول ہو سکتا ہے کہ خدا تو انھیں عزت و سیادت کی طرف لانے کے لئے ملک شام اور بیت المقدس کی امانت و قیادت سپرد کرتا ہے مگر وہ اپنی شرارت و بدبختی کی آخری منزل پر پہنچ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ زبردست اور طاقت وروں سے لڑنا ہمارے بس کی بات نہیں اس پر جب کچھ لوگوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تحقیق حال کے لئے بھیجا تو سب نے بیک زبان ہو کر کہا کہ موسیٰ اور موسیٰ کا خدا جا کر لڑیں بھڑیں ہمارے بس کی بات نہیں ہم صرف بیٹھ کر تماشہ دیکھیں گے البتہ دو آدمیوں (یوشع اور کالب) نے جن پر خدا کا بیش بہا انعام ہوا تھا اور جو عذاب الٰہی سے بہت زیادہ خائف تھے لوگوں کو بہت سمجھایا اور آمادہ کیا کہ اگر لوگ خدا سے ڈریں اس پر پورا

بھروسہ کریں اور اپنے اندر پختہ ایمان و یقین پیدا کریں تو سارا ملک شام بڑی آسانی سے حاصل کر سکتے ہیں بشرطیکہ اپنے اندر سے خوف و جبن نکال کر اپنے اندر اعتماد، توکل اور سچا ایمان و یقین پیدا کریں

ع ہم تو مائل بکرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں

پس میرے خیال میں وہی تبدیلِ قول جس کا تذکرہ سورہ مائدہ کی آیت میں کیا گیا ہے یہاں بھی مراد لینا چاہیئے اور یہی وہ جرم شنیع تھا جس کی پاداش میں آسمان سے "رجز" نازل کیا گیا اور ملکِ شام اور ارضِ مقدس کی نیابت و خلافت سے انھیں محروم کر دیا گیا اور چالیس سال تک کے لئے میدان تیہ میں حیراں و سرگرداں چھوڑ دیا گیا تاکہ ایسی نئی نسل برپا ہو جو قید و مشقت کی خوگر ہو اور غلامی کی زنجیروں میں آنکھ کھولنے کے بجائے آزاد ماحول میں پرورش پائے۔

قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ

یہاں یہ شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ کیا "ادخلوا الباب سجدا و قولوا حطۃ" میں انھوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی تھی بلاشبہ کی تھی اسی لئے تو روایتوں میں اس کی تفصیل موجود ہے لیکن یہ تبدیلی تو داخلہ کے وقت جا کر انھوں نے کی تھی لیکن سب سے بڑی اور پہلی تبدیلی جس کا اس آیت میں تذکرہ ہے وہ تو ان ظالموں نے پہلے قدم ہی پر کر دی اور اپنی ڈھٹائی سے بول اُٹھے کہ اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ۔

پس نتیجہ بحث یہ ہے کہ یہود نے دونوں مقامات پر تبدیلی کی لیکن اولین تبدیلی کا جرم انھوں نے پہلے قدم ہی پر کر دیا اور پھر ان کے ناخلف فرزندوں نے بھی ان کی روش اختیار کر لی اور ان سے جب کہا گیا کہ استغفار، تواضع، اخبات اور خشیت الٰہی کا مظاہرہ کرتے ہوئے چلیں کہ یہی ایک مومن فاتح کی پہچان ہے تو انھوں نے استکبار اور تبختر کے نشہ میں چور ہو کر کافر فاتحوں کا طرز عمل اختیار کر لیا دیکھو بعینہٖ یہی حکم خود امت مرحومہ کو بھی بیت اللہ کی فتح کے وقت دیا گیا

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا۔

غور کرو کس قدر مماثلت پائی جارہی ہے مگر امت مرحومہ نے خدا کے فرمان کو بسروچشم قبول کیا اور یہود اپنی دیدہ دلیری کا اظہار کرنے لگے اور خدا کی بات کو سنی ان سنی کردیا بقول شخصے

ع۔ بلبل چہ گفت وگل چہ شنید و صبا چہ کرد

اسی لئے قرآن کے منشاء و مراد سے زیادہ لگتی ہوئی یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ یہاں یہود کی وہی تبدیلی مراد ہے جو پہلے قدم پر حضرت موسیٰؑ کی زندگی ہی میں داخلہ کے حکم کے انکار کے ساتھ ہی انھوں نے کردی باقی ضمناً وہ تبدیلی بھی مراد ہوسکتی ہے جو داخلہ کے وقت ناخلف لوگوں نے حضرت موسیٰؑ کے بعد حضرت یوشعؑ کے زمانہ میں کیا۔

اس توجیہ کو اختیار کرنے کے دلائل میں نے جو تاویل بیان کی ہے وہ جمہور علماء تفسیر سے کسی قدر مختلف ہے اس لئے ممکن ہے کہ لوگوں کو اس پر اطمینان نہ ہو اور نہ یہ میرا مقصد ہی ہے کہ لوگ خواہ مخواہ میری بات ہی کو تسلیم کرلیں کیوں کہ عوام کے لئے احتیاط اسی میں ہے کہ سلف کے قول کو اختیار کرلیا جائے اگرچہ اس پر اطمینان نہ ہو لیکن چوں کہ قرآن نے جابجا ہمیں تفکر و تعقل کی دعوت دی ہے اس لئے فکر و نظر سے کام لینا کوئی عیب کی بات نہیں اور جب صحیح دلائل و نتائج سے کوئی ایسی راہ خدا کی توفیق سے حاصل ہو جائے جو کتاب و سنت اور اصول شریعت کے خلاف نہ ہو تو اس کو مان لینے میں کوئی قباحت نہیں، قرآن کے عجائب نہ تو ختم ہوئے ہیں اور نہ ہوں گے البتہ ایسے اہل نظر اور ارباب فہم کی ضرورت ہے جو قرآن کے دقائق کا سراغ لگائیں۔

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کرگیا ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیٔ داماں بھی ہے

لیکن اس کا مقصود محض نکتہ آفرینی اور جدت طرازی نہ ہو بلکہ احقاق حق ہو جو ہر مسلمان کی اصلی شان ہے اور جس کی دعا وہ خدا سے مانگتا ہے

اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ

پروردگار! ہمیں حق کو حق دکھائیو! اور اسے اختیار کرنے کی توفیق دیجیو! اور باطل کو باطل دکھائیو! اور اس سے بچنے کی توفیق دیجیو!

اور کافی غور وخوض کے بعد جب ہم روش عام سے کسی قدر ہٹ کر ایک جداگانہ راہ اختیار کر چکے ہیں تو اس کے دلائل بھی لوگوں کے سامنے رکھ رہے ہیں تاکہ لوگ ان پر پوری سنجیدگی اور دیانت داری کے ساتھ غور فرمائیں اور لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا

(۱) یہ تو معلوم ہے کہ یہ آیت بنی اسرائیل کے انعامات اور ان کی عہد شکنیوں اور احسان فراموشیوں کے ضمن میں لائی گئی ہے یعنی خدا نے ان پر دینی و دنیوی ہر دو طرح کی جو نعمتیں دی تھیں ان کا تذکرہ کر کے انھیں جھنجھوڑا جا رہا ہے کہ تم نے خدا کے کیسے کیسے انعامات کو رد کر دیا ہے اسی سلسلۂ بیان میں یہ زبردست انعام بھی آ رہا ہے کہ انھیں حکومت و سلطنت اور خدا کے گھر کی ولایت سپرد کی جا رہی تھی مگر انھوں نے اس حدود سلطنت میں جانا ہی گوارا نہ کیا اور اپنی ڈھٹائی سے یہ بھی کہہ دیا کہ اس سلطنت میں زبردست اور طاقتور لوگ ہیں ان سے لڑنا بھڑنا ہمارے لئے ناممکن ہے موسیٰ اور موسیٰ کا خدا جا کر لڑ بھڑ لیں اور اسی سلسلہ میں بعد کی بات بھی رکھ دی کہ جب وہاں فاتح ہو کر داخل ہونا تو ایک مسلمان فاتح کی طرح سجدۂ شکرانہ بجالاتے ہوئے داخل ہونا مگر ان بدبختوں نے خدا کی اس تعلیم کو بھی فراموش کر دیا اور غرور و گھمنڈ کے نشہ میں سرشار ہو کر داخل ہوئے۔ اس لئے انھوں نے گو کہ خدا کی اس بات کو بھی بدل دیا مگر اس کا انعامات سے کیا تعلق؟ انعام تو دراصل خدا کی خلافت و نیابت پر قائم ہونا تھا یہ تو اس انعام کو پا کر شکر و سپاس ادا کرنے کا ایک طریقہ تھا اس لئے اب جب کہ ان پر انعامات گنائے جا رہے ہوں اور ان کے انعامات کو پس پشت ڈالنے کی روداد سامنے لائی جا رہی ہو تو اس ضمن میں اس انعام و اعزاز کا جب ذکر کیا گیا تو لامحالہ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ انھوں نے اس میں تبدیلی کی تھی اور اسی تبدیلی کا ذکر یہاں مقصود ہے ہر چند کہ شکر و سپاس کے طریقہ کو ترک کر کے استکبار کا رویہ اختیار کر لینا بھی ایک تبدیلی ہے لیکن چونکہ اس کا انعام و اعزاز سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے اس لئے موزوں یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اس تبدیلی کو مراد لیا جائے۔

(۲) دوسری دلیل پہلی دلیل کا ایک جزء ہے کہ یہود کو اصل میں عمالقہ سے جنگ کر کے بیت المقدس میں داخل ہونے کے لئے کہا گیا تھا اور اسی ضمن میں داخلہ کا طریقہ بھی بتایا گیا لیکن انھوں نے دونوں